اشرف التفاسیر
تفسیر نعیمی
حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی
مصنف: احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

اشرف التفاسیر

تفسیر نعیمی

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اسلامیہ

۴۰۔ اردو بازار ★ لاہور

نام کتاب	———	تفسیر نعیمی (پارہ اول)
مصنف	———	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد صفحات	———	720
کمپوزنگ	———	لیزر کمپوزنگ ان' سٹار سائنس مارکیٹ' تکیہ اہلی والا' آبکاری روڈ' نیو انار کلی' لاہور
پرنٹر	———	
ناشر	———	مکتبہ اسلامیہ

غزنی سٹریٹ 38۔ یوسف میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور
Ph:7354851

Butt

مگر رب کے لئے نہیں۔ رسموں کی پابندی اور دنیا کے دکھلاوے کے لئے لہٰذا یہ سب برباد نہ دنیا میں نام ہونہ آخرت میں کام۔
تیسرا اعتراض: میثاق کے دن کا وعدہ جب کسی کو یاد ہی نہ رہا تو بیکار ہے۔ جواب۔ بیکار جب ہو تا جب یاد دلایا بھی نہ جاتا۔ حق تعالیٰ نے نبیوں کتابوں اور علماء مشائخ کے ذریعے یاد دلایا پھر بیکار کیوں رہا۔ گورنمنٹ کے یہاں آپ نے بیع نامہ تحریر کر کے رجسٹری کرادیا۔ اب آپ کو وہ بیع (بیچنا) یاد رہے یا نہ رہے۔ آپ کو بہر حال پابندی کرنا پڑے گی۔ اگرچہ یہاں کفار سے خطاب ہے۔ مگر مسلمانوں کو بھی عبرت پکڑنی چاہئے۔ جب کتا اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کرتا تو مومن اللہ و رسول کی نافرمانی کیوں کرے۔ اگر یہ خیال رہے تو انسان گناہ نہیں کر سکتا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
کیسے انکار کرتے ہو تم خدا کا حالانکہ تھے تم مردے پس زندہ کیا تم کو پھر
بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گئے حالانکہ تم مردے تھے اس نے تم کو جلایا
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞
موت دے گا تم کو پھر زندہ کریگا تم کو پھر طرف اس کے لوٹائے جاؤ گے
پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اس طرف لوٹ کر جاوگے۔

تعلق: اس آیت کا پہلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ ایک یہ کہ اس سے پہلے توحید اور رسالت اور کتاب اللہ کی حقانیت کو دلائل سے ثابت فرمایا گیا۔ اب حق تعالیٰ کی خاص نعمتوں اور عجیب عجیب قدرتوں کا ذکر فرما کر سب کو ایمان کی رغبت دی جارہی ہے۔ کیونکہ محسن کا احسان ماننا شرافت انسانی کا تقاضا ہے۔ دوسرے اس طرح کہ اب تک توحید و رسالت اور قرآن کی حقانیت کے قوی دلائل ارشاد ہوئے تھے۔ اور چونکہ قیامت پر ایمان لانا بھی مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے نہایت نفیس طریقے سے اب قیامت کو عقلی دلائل سے بیان فرمایا جارہا ہے۔ مگر سبحان اللہ طریقہ بیان ایسا نرالا اور دل کش ہے کہ اس کو سن کر ہر طبقے کا انسان ماننے پر مجبور ہو گا اور اس کے ضمن میں خالق کی ہستی کا ثبوت بھی اچھی طرح سے فرمایا گیا۔

تفسیر: **کیف** تعجب دلانے کا سوال ہے۔ یعنی ان دلائل کے ہوتے ہوئے اے مشرکو! تمہارا کفر کرنا بہت ہی عجیب بات ہے۔ کیونکہ جب کم درجے کے محسن کی ناشکری سخت عیب ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی ہر دین میں بری ہے تو وہ رب تعالیٰ جس کا احسان ان تمام احسانوں سے اعلیٰ ہے۔ اس کی نافرمانی یقیناً خلاف عقل ہے **تکفرون** کفر سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپانا اور انکار کرنا۔ مگر یہاں انکار مراد ہے۔ **باللہ** کفار چند قسم کے تھے۔ بعض دہریئے یعنی حق تعالیٰ کے منکر۔ بعض خدا کی صفات اور قیامت وغیرہ کے منکر۔ بعض نبوت انبیاء کے منکر ان تمام سے یہ خطاب ہے کیونکہ ان میں سے کسی چیز کا انکار حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ حکومت کے مقرر کئے ہوئے کسی حاکم کی بغاوت حکومت کی بغاوت ہے۔ اور اس کے ایک فرمان کا انکار بھی سلطنت کا انکار ہے۔ **وکنتم امواتا** اموات یا تو میت کی جمع ہے یا میت کی۔ جیسے قول یا قیل کی جمع اقوال ہے یہ دونوں لفظ موت

سے بنے ہیں۔ جس کے معنی یا تو بے جان ہونا یا زندہ ہو کر مردہ ہو جانا فرمایا جا رہا ہے کہ اے لوگو! تم پہلے بے جان تھے۔ پھر رب نے تم کو جان بخشی۔ اگر موت کے معنی زندہ ہو کر فنا ہونا ہے تو اس حالت کو موت فرمانا مجازاً ہے۔ اور اگر اس سے مراد بے جان ہونا ہے تو یہ حقیقت ہے۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں بے جان جسم کو مردہ بول دیتے ہیں۔ خشک زمین کو کہہ دیتے ہیں کہ زمین مردہ ہو گئی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا **یحی الارض بعد موتها** دوسری جگہ ارشاد ہوا **بلدة میتا**" اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تم بہت سے بے جان جسموں سے گھومتے ہوئے آئے ہو۔ وہ اس طرح کہ اول تم مٹی تھے پھر دانہ بنے' پھر آٹا' پھر خون' پھر نطفہ' پھر گوشت کا لوتھڑا اتنے بے جان جسموں میں چکر لگا کر اس موجودہ شکل میں نمودار ہوئے۔ کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے۔

ہفت صد ہفتاد و قالب دیدہ ام ہم چو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

اس شعر سے یہی مراد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اب تک تم کو ہر اگلا جسم پہلے سے اعلیٰ ملا' دانہ مٹی سے اعلیٰ' آٹا دانہ سے بہتر وغیرہ اب تم کو جسم عمل کے مطابق ملے گا تو ایسے پاکیزہ عمل کرو کہ آئندہ اچھی شکل و صورت پاؤ۔ جنتی لوگ خوبصورت انسانی شکل میں ہوں گے' دوزخی لوگ کتے گدھے کی صورت میں دل کا حال چہروں پر نمودار ہو گا۔ **فاحیاکم** احیاء حیات سے بنا ہے جس کے معنی ہیں زندگی اور اس زندگی سے مراد وہ زندگی ہے جو ماں کے پیٹ میں بچے کو مل جاتی ہے۔ چونکہ یہ زندگی پہلی موت سے ملی ہوئی ہے۔ اس لئے یہاں "ف" ارشاد فرمایا گیا **ثم یمیتکم** اس موت سے مراد وہ موت ہے جو عمر ختم ہونے پر آئے گی۔ چونکہ یہ موت دنیاوی مصیبتوں سے نجات دیتی ہے اور دوسری ابدی زندگی کا وسیلہ ہے۔ حق تعالیٰ کی ساری اخروی نعمتوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس کو نعمتوں میں شمار فرمایا۔ نیز جاندار کو بے جان کرنا حق تعالیٰ کی قدرت کی بڑی دلیل ہے۔ اس لئے ان دلائل میں موت کو بھی شمار فرمایا۔ چونکہ زندگی کے ملنے اور موت کے آنے میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں ارشاد ہوا **ثم یحییکم** یہ اس دوسری زندگی کا ذکر ہے جو موت کے بعد ملنے والی ہے۔ جس کے کفار منکر ہیں۔ پہلی تین حالتوں پر (یعنی پہلے بے جان پھر زندہ ہونا پھر مرجانا) تمام لوگ متفق تھے۔ لیکن اس زندگی کے منکر۔ اس لئے پہلے ان باتوں کو بیان کر کے اب اس کا ذکر ہوا تاکہ معلوم ہو کہ جو ذات اولاً زندہ کرنے اور موت دینے پر قادر ہے۔ وہ دوبارہ زندگی دینے پر قادر ہے اس زندگی سے یا قبری زندگی مراد ہے۔ جو سوال و جواب کے لئے ہر شخص کو دی جائے گی یا حشری جو حساب کتاب کے لئے عطا ہو گی۔ مگر ظاہر یہی ہے کہ اس سے زندگی قبر مراد ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا کہ مردہ دفن ہونے کے بعد لوگوں کے پیروں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ اس سے تین سوال ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ رب تیرا کون' دوسرا یہ کہ دین تیرا کیا۔ تیسرے یہ کہ تو اس سبز گنبد والے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں کیا کہتا تھا چونکہ یہ دوسری زندگی موت کے کچھ دیر کے بعد ہوتی ہے۔ کفن دفن وغیرہ میں دیر لگتی ہے اس لئے یہاں بھی ثم ہی فرمایا گیا ہے اگر اس سے مراد حشری زندگی ہوتی تو اس کے بعد ثم نہ فرمایا جاتا کیونکہ وہ زندگی رب کی طرف لوٹنے سے ملی ہوئی ہے اور اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ پھر تم زندہ ہو گے اور پھر کچھ عرصہ بعد رب کی طرف لوٹو گے۔ چونکہ زندگی اور حشر کے درمیان میں برزخ کا زمانہ ہے اس لئے آگے ثم لانا صحیح ہوا۔ لہٰذا یہ آیت برزخی زندگی اور وہاں کی راحت و تکلیف کو بتا رہی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح دنیوی زندگی میں بعض آرام سے ہیں بعض تکلیف میں اسی طرح برزخی زندگی میں ہو گا۔ خیال رہے کہ ہم کو زندگیاں تین ملی ہیں۔ دنیاوی' برزخی' اخروی مگر موت صرف

ایک ہے۔ اسی لئے برزخی زندگی کے بعد موت کا ذکر نہ فرمایا پہلے نفخہ صور پر زندوں کی موت ہو گی جو پہلے مر چکے ہیں ان کو غشی طاری ہو گی **ثم الیہ ترجعون** یہ انسان کی پانچویں حالت ہے اور اس میں بتایا جارہا ہے کہ اے لوگو! تم ایک حالت گزار کر اب دوسری حالت میں آئے ہو۔ تمہارے سامنے تین میدان اور ہیں جن کو طے کرنا ہے۔ ایک موت پھر قبر کی زندگی ' پھر حشر میں رب کی طرف لوٹنا اس کے بعد تم کو قرار ہو گا۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم ان منزلوں میں نہ پھنس جاؤ بلکہ اپنے اصلی مقصود کا خیال رکھو اور وہاں کا انتظام رکھو۔

خلاصہ تفسیر : جب توحید و رسالت اور قرآن کی حقانیت کے مسائل سلسلہ وار ثابت ہو چکے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کفار کے شبہات کے جواب بھی دیئے گئے جس سے منصفین ماننے پر مجبور ہو گئے تو اب ان ہٹ دھرم کافروں کے سمجھانے کے لئے جو ضد کی وجہ سے دلائل پر نظر نہیں کرتے تھے ایک نئی دلیل بیان فرمائی گئی۔ کیونکہ جیسی بیماری ویسا اس کا علاج ایک ہی بخار مختلف سببوں سے ہوتا ہے۔ دانا طبیب سبب کا خیال فرما کر علاج فرماتا ہے۔ لہٰذا پہلے دلائل سے سمجھایا گیا اور اب دوسرے طریقے سے۔ اس دلیل میں رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی ذکر ہے اور اس کی رحمتوں کا بھی اور پھر انسان کی بے کسی و بے بسی کا بھی تذکرہ ہے اور اس کے ایک حال میں نہ ٹھہرنے کا بھی۔ تاکہ یہ چاروں باتیں انسان کو ایمان لانے پر مجبور کردیں۔ کیونکہ کفار کی نظر محسوسات تک تھی اور وہ نہ دیکھی ہوئی چیز کو قبول نہ کرتے تھے۔ اس لئے وہ حشر اور جنت دوزخ وغیرہ کے منکر تھے۔ بلکہ ان میں بعض رب کے بھی قائل نہ تھے۔ اس لئے پہلے ترتیب وار ان محسوس حالتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ جن کا کوئی انکار نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر ان کے ذریعہ ان چیزوں کو ثابت فرمایا گیا جن کے وہ منکر تھے۔ فرمایا گیا یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ تم پہلے بے جان تھے اور تمہیں یہ معلوم ہی ہے کہ تم اس حالت میں کہاں کہاں کی سیر کر چکے ' کبھی سبزہ بن کر اگے کبھی دانہ بن کر پسے۔ کبھی روٹی بن کر اپنے باپ کے معدے میں پہنچے اور پھر وہاں سے چل کر خون بن کر نطفہ بنے ' پھر رحم مادر میں آکر بہت سے انقلاب دیکھے ' پھر زندہ ہو کر نہ معلوم کتنی حالتیں تم پر گزریں۔ بچپن ' جوانی ' بڑھاپا ' نادانی ' دانائی ' کمزوری ' قوت ' بیماری ' تندرستی ' علم ' جہالت ' ہوش مندی ' بیہوشی۔ غرضیکہ صدہا حالتوں میں تم بدلتے رہے۔ پھر جب تمہیں موت آئی تو تم سب کچھ ہو کر کچھ نہ رہے۔ اتنی باتوں کو دیکھ کر تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو۔ اگر تم خود اپنی حالت ہی پر غور کر لو تو رب کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری حالتوں کا بدلنے والا کوئی اور ہی ہے۔ پھر جب تم پر موت و زندگی گزر چکی تو آئندہ بھی زندگی اور موت آئے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ ایجاد کرنا مشکل ہوتا ہے۔ دوبارہ بنانا آسان۔ جب خالق عالم کو ایجاد فرما چکا تو دوبارہ بنانا کون سا مشکل ہے۔ نیز تم کو یہ معلوم ہوا کہ تم اپنے ان حالات میں بالکل مجبور ہو نہ تم لڑکپن اور جوانی کو جانے سے روک سکتے ہو نہ بڑھاپے کو آنے سے۔ بڑے بڑے قدرت والے شہنشاہ جن کے نام کے دنیا میں ڈنکے بجتے تھے وہ نہایت بے بسی کی حالت میں یہاں سے ایسے گئے کہ ان کا نام بھی باقی نہ رہا۔ تو ایسے مجبور مسافر کو چاہئے کہ اپنے قدرت والے رب کو راضی رکھے۔

فائدے : اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ عالم کی ہر چیز بلکہ خود ہم اپنے خالق کی ذات و صفات کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جو اپنے کو پہچان لے گا وہ رب کو پہچان لے گا۔ دوسرے یہ کہ دنیا عمل کی جگہ ہے۔ نہ کہ سزا و جزا کی۔ اسی لئے اس کو قرار نہیں۔ تیسرے یہ کہ حیات برزخ اور قبر کے سوال و جواب حق اور قرآن سے ثابت ہیں۔

چکڑالوی وغیرہ اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن سے ثابت نہیں ان کا یہ قول محض جہالت پر مبنی ہے۔ ایک تو یہی آیت قبر کی زندگی بتا رہی ہے۔ جیسا کہ ہم تفسیر میں عرض کر چکے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ قیامت میں کفار عرض کریں گے۔ **ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین** اے پروردگار تو نے ہم کو دو موتیں دیں اور تو نے ہم کو دو نئی زندگیاں بخشیں۔ دو موتیں تو ظاہر ہیں۔ ایک زندگی کے بعد بتاؤ دو زندگیاں کون سی ہیں؟ خیال رہے کہ یہ دونوں زندگیاں حشر کی زندگی سے پہلے ہو چکی ہیں۔ کیونکہ انہیں ماضی سے بیان فرمایا جا رہا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں زندگیاں ایک دنیا کی ہے اور ایک قبر کی۔ نیز قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ** یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دنیوی زندگی اور آخرت میں کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ یہاں آخرت سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ یعنی مسلمان دنیا میں مصیبت اور آرام ہر حال میں اور قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہاں آخرت سے حشر مراد نہیں کیونکہ وہاں ایمان و کفر کا سوال نہیں ہے بلکہ اعمال کا حساب۔ نیز رب فرماتا ہے۔ **النار یعرضون علیھا غدوا" وعشیا" و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب** یہاں یعرضون میں فرعونیوں کے عذاب قبر کا ذکر ہے اور ادخلوا الخ میں قیامت کے بعد دوزخ کے عذاب کا۔ چونکہ برزخ میں کافر دوزخ میں نہیں پہنچے گا بلکہ دوزخ کی گرمی قبر میں آوے گی۔ اس لئے یہاں **یعرضون** اور یہاں **ادخلوا** فرمایا گیا۔ اس کے علاوہ زندگی قبر کے متعلق بے شمار احادیث صحیحہ اور امت رسول اللہ کا اجماع ہے۔ اس کی زائد تحقیق ہمارے فتاویٰ میں دیکھو اور انشاء اللہ اس تفسیر میں بھی مختلف آیتوں کے ضمن میں کچھ عرض کیا جاتا رہے گا۔

تفسیر صوفیانہ : اس جگہ مسلمانوں سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے مسلمانو! تم آئندہ کیسے کافر بن سکتے ہو۔ حالانکہ تم آدم علیہ السلام کی پشت میں بے جان ذرے تھے پھر تم کو رب نے اس طرح زندہ فرمایا کہ ان کی پشت سے تم کو نکالا اور **الست بربکم** کا پر لطف کلام سنایا اور تمہیں اپنے خطاب کی عزت بخشی اور تم کو جواب باصواب کی توفیق بخشی کہ تم نے خوشی سے بلی کہا کفار کی طرح بے مروتی اور خوف سے نہ کہا۔ پھر تم کو اس طرح موت دیتا ہے۔ کہ عالم ارواح سے عالم اجسام کی طرف منتقل فرماتا ہے۔ پھر تم کو انبیاء کرام اور آسمانی کتابیں بھیج کر دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔ اور پھر تم اسی کی طرف بے اختیار لوٹ کر جاؤ گے یا یہ خطاب انبیاء کرام سے ہے کہ اے پیغمبرو! تم معصوم ہونے کی وجہ سے کبھی خدا کی نعمتوں کا انکار نہیں کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ تم پہلے عدم کے پردے میں تھے۔ پھر رب نے تم کو نور عنایت کے پانی اور دست محبت سے خمیر فرمایا۔ پھر اس کو نور سے منور فرما کر زندگی بخشی۔ پھر جمال کے مشاہدے سے جدا کر کے تم کو موت عطا فرمائی۔ پھر وحی کے نور سے منور فرما کر زندگی بخشی۔ پھر جذبات حق کی کشش سے تم رب کی طرف ہی لوٹو گے یا اے انسان تم پہلے بے علمی کی بناء پر مردہ تھے پھر تمہیں عقل و ہوش و علم دے کر زندہ کیا۔ پھر بڑھاپے میں بے عقل ہو کر علم بھول کر گویا مردہ ہو جاؤ گے۔ پھر قبر میں تم کو علم و عقل دے کر زندہ فرماوے گا۔ پھر تم رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔ علم روح کی زندگی ہے جہالت روح کی موت' مرنے کے بعد روح کا علم بلکہ ہر قوت بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے بزرگوں کی ارواح بعد موت مدد کرتی ہیں۔

اعتراض : نحوی قاعدے سے فعل اور حال کا زمانہ ایک چاہئے مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہاں **تکفرون** فعل ہے۔ اور کفار

کی موت اور حیات رب کی طرف لوٹنا حال اور ان سب کا زمانہ علیحدہ علیحدہ۔ کیونکہ کفر تو آج ہو رہا ہے اور یہ حالات یا تو پہلے ہو چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے لہٰذا یہ ترکیب کیونکر صحیح ہوگی"۔ جواب: چونکہ یہ سارے گذشتہ اور آئندہ واقعات حق تعالیٰ کے نزدیک بہت قریب قریب ہوتے ہیں۔ اس لئے گویا ان کا زمانہ ایک ہی ہے قیامت اگرچہ ہم کو دور معلوم ہوتی ہے۔ مگر اللہ و رسول کے نزدیک بہت قریب قرآن کریم فرماتا ہے کہ **اقتربت الساعۃ** اور حضور فرماتے ہیں کہ ہم اور قیامت دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے لئے دو موتیں ہیں۔ ایک دنیا کی زندگی سے پہلے دوسری اس کے بعد مگر قرآن سے ہی ثابت ہو رہا ہے کہ بعض لوگوں کو تین موتیں آئیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ فرمایا گیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے وہ بنی اسرائیل دوبارہ زندہ کئے گئے جو کہ وبا کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جنگل میں ان کو مار دیا گیا تھا' موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل ان کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور بجلی سے مر گئے تھے انہیں زندہ کیا گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے مردوں کو زندہ فرمایا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے والدین کریمین کو زندہ کر کے ایمان دیا اور حضرت جابر کے مرے ہوئے بچوں کو زندہ فرمایا جیسا کہ احادیث میں آتا ہے ان سب کو یقیناً تین موتیں آئیں پھر ان آیتوں کو کس طرح جمع کیا جائے۔ جواب اس جگہ انسان کی عام حالت کا ذکر ہو رہا ہے۔ کیونکہ عام طور پر دو ہی موتیں آتی ہیں۔ یعنی یہ قانون ہے اور وہ خصوصی واقعات قدرت کے قانون کے پابند ہم ہیں نہ کہ رب۔ ہمارا قانون پر بھی اعتماد ہے۔ اور قدرت پر بھی خیال رہے کہ دوبارہ زندگی پانے والوں کو دوبارہ موت و سکرات نہ ہوئی۔ پھر ان کی روح ایسے قبض کی گئی جیسے نیند یا غشی کی طاری ہو بغیر تکلیف کے یہ واقعات اتفاقیہ ہیں نیز اس آیت میں کفار و مشرکین سے خطاب ہے۔ اور ان میں بہت سے لوگ ان واقعات کے قائل نہ تھے۔ تیسرا اعتراض: آریوں کا اگر انسان نے اس زندگی سے پہلے اتنے جسموں کو سیر کی ہے چاہئے کہ آواگون درست ہو۔ جواب اس کا جواب پہلے گزر چکا کہ یہ جسموں کی تبدیلی ہے نہ کہ روحوں کی اور آواگون روح کی تبدیلی کا نام ہے یہ بھی خیال رہے کہ جسم کے اصلی اجزاء اور وہ نہایت چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو کہ خوردبین سے بھی نظر نہیں آسکتے جن کو عربی میں عجب الذنب کہتے ہیں' یہ ریڑھ کی ہڈی میں محفوظ ہیں یہ کسی حال میں نہیں بدلتے۔ اگر کسی انسان کو شیر نے کھالیا اور ہضم ہو کر پاخانہ بن کر نکل گیا۔ پھر اس کے اصلی اجزاء پاخانے میں باقی رہے۔ یہی اجزاء گیہوں' روٹی' خون اور منی میں برابر محفوظ رہتے ہیں۔ جب انسان مرنے کے بعد مٹی بن جاتا ہے تو مٹی میں بھی وہ اجزاء سلامت رہتے ہیں۔ انہی اجزاء پر قیامت کے دن اجسام بنائے جائیں گے۔ اس ہی وجہ سے ہر حال میں کہا جاتا ہے کہ یہ وہی انسان ہے جو کہ پہلے منی یا گوشت کا لوتھڑا یا بچہ وغیرہ تھا۔ وہی کہتا اس لئے ہے کہ اس کے اصلی اجزاء محفوظ ہیں آواگون والوں کے نزدیک دوسرا جسم پہلے جسم کا بالکل غیر ہوتا ہے اور اسلام میں وہ پہلا ہی جسم ہوتا ہے صرف صورت بدل جاتی ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کو آواگون سے کوئی تعلق نہیں۔ چوتھا اعتراض چکڑالویوں کا: جو لوگ قبر میں دفن نہیں ہوتے۔ مثلاً جلا دیئے جاتے ہیں یا ان کو شیر وغیرہ کھا جاتا ہے اس سے حساب قبر کیونکر ہوگا۔ جواب قبر خاص اس گڑھے کا نام نہیں جس میں مردے دفن کئے جاتے ہیں بلکہ اس برزخی حالت کا نام ہے جو مرنے اور قیامت میں اٹھنے کے درمیان ہے۔ اس حالت میں انسان کہیں بھی ہو اس کی روح کو جسم کے اصلی اجزاء سے متعلق کر کے اس سے سوال جواب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر جسم انسانی شیر یا مچھلیوں کے پیٹ میں ہے یا جل کر اور راکھ ہو کر میدان میں اڑ رہا ہے یا دریا میں بہہ رہا ہے۔ کہیں بھی ہے اس کی روح کو